سہل الطریق لحصول حب رب الکریم

بیان

حضرت صوفی مقبول احمد نقشبندی دامت برکاتہ

تحریر وترتیب

محمد فیصل بشیر

حضرت جی صوفی مقبول احمد نقشبندی دامت برکاتہ کے ہاں ہر اتوار جامع مسجد نقشبندی الفلاح ٹاؤن میں بعد از نمازِ ظہر ذکر کا حلقہ ہوتا ہے۔جس کے شروع میں حضرت جی بزرگوں کے حالات وواقعات وارشادات پڑھتے ہیں اوران کی وضاحت آسان پیرائے میں فرماتے ہیں۔درج ذیل بیان بھی حضرت جی کی ایک مجلس ذکر کا ہے۔جس میں آپ نے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی ؒ کی ''اصلاحی مجالس'' کے ایک مضمون ''زندگی سنوارنے کا طریقہ'' کا کچھ حصہ پڑھا(بیان میں جو حصہ خط کشیدہ ہے وہ اصل میں ''کتاب کا متن ہے''،جبکہ باقی حصہ حضرت جی کے اپنے الفاظ ہیں) اورپھر اس میں موجود حقائق ومعارف کوبڑے آسان انداز میں بیان فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

عارف کون ہے؟

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی ؒ کی تصنیف، اصلاحی مجالس میں سے کچھ پڑھنے کا سلسلہ جاری ہے۔پچھلی مجلس اس کا کچھ حصہ پڑھا گیا تھا۔جس کا عنوان رکھا گیا ہے ''زندگی سنوارنے کا طریقہ''۔''عارف باللہ'' یہ حضرتؒ کے نام کے ساتھ میں نے عرض کیا۔کچھ الفاظ ہمارے کانوں میں پڑتے رہتے ہیں لیکن اُن کی حقیقت کو جاننے کی کبھی جستجو ہی نہیں ہوئی۔عارف باللہ سے کیا مراد ہے؟ عارف جاننے والے کو کہتے ہیں، پہچاننے والے کو کہتے ہیں۔اللہ پاک کی معرفت جس کو حاصل ہوچکی ہو۔معرفت بھی پہچاننے کو کہتے ہیں۔یعنی انہوں نے اللہ کو پہچان لیا تھا۔ان کو اللہ کی معرفت حاصل تھی۔معرفت کی حقیقت ایک ذوقی چیز ہے۔دل کا ذوق جب بیدار ہوتا ہے تو اس کی حقیقت سے آشنائی ہوجاتی ہے۔

ڈرائیور کو سارجنٹ کی معرفت حاصل ہے

سادہ سادہ لفظوں کے اندر ایک مثال عرض کی جاتی ہے۔ ڈرائیونگ کرنے والے اکثر جانتے ہیں کہ ڈرائیو کرتے ہوئے اگر ٹریفک سارجنٹ چوک پر موجود ہو تو ڈرائیور کی چال بدل جاتی ہے۔ بارہا اس کا مشاہدہ ہوا کہ بڑے مزے سے چلے جارہے، اچانک اس کی یونیفارم پر نظر پڑی ایک دم ایک جھٹکا سا لگا اور سنبھل گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ڈرائیور کو اس سارجنٹ کی معرفت حاصل ہے یعنی دل اس سارجنٹ کے اختیار کو اچھی طرح جان رہا ہے پہچان رہا ہے کہ اس کے سامنے جو مجھ سے غلطی اور چوک ہو جائے گی تو یہ مجھے سزا دے گا بس یہ استحضار، اس کو ایک دم کھٹک جاتا ہے اور وہ رک جاتا ہے۔

بڑائی کا استحضار اطاعت کو آسان کر دیتا ہے

اللہ والے ہر زمانے میں اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں ایک تحصیل دار ہے، اس نے اپنا اجلاس لگایا ہوا ہے، اس کے ماتحت جو ہیں اس مجلس میں اس اجلاس میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان سب کو اس تحصیل دار کی معرفت حاصل ہے اور سب دبکے ہوئے اور سہمے ہوئے اور اس کا ایک رعب ہے اسی دوران میں اسسٹنٹ کمشنر صاحب آجاتے ہیں تو تحصیلدار اُس اپنی تحصیلداری کو بھول جاتا ہے، وہ بھی دبک جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کو اب اسسٹنٹ کمشنر کی معرفت حاصل ہے اسسٹنٹ کمشنر صاحب کا اُس مجلس میں رعب ہو گیا اتنے میں گورنر صاحب آگئے تو گورنر صاحب کے آتے ہی یہ اسسٹنٹ کمشنر کیا کرتا ہے ایک دم وہ بھی سہم جاتا ہے نا؟ یہ ہمارا دن رات کا مشاہدہ ہے کہ جس کی بڑائی کو دل پہچان لیتا ہے، جس کی بڑائی کو دل مان لیتا ہے اس کی اطاعت آسان ہو جاتی ہے۔ اس کی حکم عدولی مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی بناپر اللہ کی معرفت کا جو تذکرہ ہے چونکہ ہمیں اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہے۔ اس لیے اللہ پاک کی نافرمانی دھڑ ادھڑ ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہمارے دل

نے پہچانا نہیں ہے۔ ہمارے دل نے اس کی قدرت، اس کی کبریائی، اسکی بڑائی کو تسلیم نہیں کیا ہے۔

اللہ کی معرفت عمل پر اُبھارتی ہے

تو یہ معرفت اس کے پہچاننے کیلئے یہ ایک محنت ہے۔ تصوف کے ذریعے سے، کہ دل اس کو پہچان لے۔ دل اس کو مان لے۔ دل کے اندر اس کی محبت جاگزیں ہوجائے۔ تو پھر محبت سے اطاعت آسان ہوجاتی ہے اور نافرمانی سے بچنا بھی آسان ہوجاتا ہے تو جن کو اللہ کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے ان کو عارف کہتے ہیں۔ یعنی یہ اللہ کو پہچاننے والے ہیں اور ان کی زندگیوں کے اندر اگر غور سے دیکھا جائے تو واقعی محسوس ہوتا ہے، دیکھنے والے بھی اس معرفت کی گرمائش کو اپنے سینوں میں محسوس کرتے ہیں کہ یہ اللہ والا اللہ کی اطاعت میں ایسے لگا ہوا ہے ایسے دھن کی ساتھ، ایسے شوق کے ساتھ، ایسے ولولے کے ساتھ، ایسے جذبے کے ساتھ کہ ان کی حرکات وسکنات سے واضح محسوس ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کی محبت ومعرفت (حاصل ہے)۔

اہل اللہ کی صحبت کا مقصود اصلاحِ باطن ہے

تو یہ بزرگ ہمارے قریب زمانے میں گزرے ہیں ڈاکٹر عبدالحی صاحب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ ہمارے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ جو ہیں ان کے شیخ۔ تو انکے ہاں بھی سلسلہ جاری تھا ہر جمعہ کو بعد عصر اصلاحی مجلس ہوتی تھی جیسے ہم بیٹھے ہیں۔ اللہ والوں کے پاس لوگ اس لیے جاتے تھے تاکہ دلوں کے اندر اسی نور معرفت کو حاصل کیا جائے۔ دلوں کی اصلاح ہوجائے دلوں کے اندر پاکیزگی آجائے دلوں کے اندر وہ استعداد آجائے کہ شریعت مطہرہ پر چلنے کی طبعی رغبت پیدا ہوجائے۔

اللہ والوں کے ارشادات کا پڑھنا بھی نافع ہے

تو اسی سلسلے میں مختلف قسم کی باتیں جو یہ حضرات فرماتے رہے، ان کے متعلقین ان کو محفوظ فرماتے رہے اس طریقے سے ان بزرگوں کے ارشادات سے استفادے کا سلسلہ بعد میں بھی چلتا رہتا ہے آج دیکھئے ہم انہی کے ارشادات کو پھر پڑھ رہے ہیں لیکن عرض یہ کرنا ہے کہ یہ ارشادات جو ہم بار بار پڑھتے اور سنتے ہیں مقصود اس سے ہمارا وہی ہے جو اُس وقت اُن سامعین کا تھا اگر ہمارے دل کے اندر بھی یہ جذبہ ہوگا اور ہم بھی اسی لیے بیٹھیں گے کہ ہمارے دلوں کی بھی اصلاح ہو جائے تو ان کے اندر جو تاثیر ہے وہ انشاء اللہ ہمارے دلوں میں اترے گی۔ اللہ ہمیں حقیقت نصیب فرمادے آمین۔

دین میں آسانیاں ہیں

تو میں نے عرض کیا یہ ایک مجلس ہے جس کا عنوان بعد میں رکھا گیا۔ مجلس چلی اس کا عنوان کیا رکھا گیا ہے؟ ''زندگی سنوارنے کا طریقہ'' کچھ پڑھا گیا تھا کچھ اس میں سے پڑھا جاتا ہے فرماتے ہیں: دین جو ہم کو رسول مقبول ﷺ سے ملا ہے۔ اس میں تمام تر آسانیاں ہیں۔ فیوض وبرکات کے حصول کے لئے کثرت اوراد ووظائف کی پابندیاں یہ ہم نے خود ہی اپنے اوپر متعین کی ہیں۔ مثلاً تہجد کی نماز کی فضیلت بہت ہے اور اگر تہجد کے وقت یہ نماز پڑھی جاوے تو اس میں زیادہ فضیلت ہے مگر جناب رسول اللہ نے کبھی عشاء کے بعد بھی وتر کی نماز پڑھی ہے اور کبھی تہجد کے ساتھ پڑھی ہے تاکہ امت پر اس کی پابندی گراں نہ ہو۔

وتر کے اوقات میں امت کے لیے سہولت

وتر واجب ہے۔ آپ ﷺ اگر اس کو متعین فرمادیتے کہ تہجد کی نماز کے ساتھ ہی پڑھا جائے تو کتنی دشواری آجاتی جی۔ جبکہ تہجد کا شوق اس وقت مٹا ہوا ہے۔ تہجد کی لذت سے

دل نا آشنا ہے۔آج تہجد کا سوچنا بھی مشکل ہے۔اللہ معاف فرمائے فجر بھی پڑھنی مشکل ہو رہی ہے۔تو اگر یہ پابندی لگ جاتی کہ وتر کی نماز تو تہجد ہی میں پڑھنی ہے تو پھر تو بڑی تنگی ہوتی۔لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے اکثر تو تہجد کے وقت پڑھی۔لیکن کبھی کبھار عشاء کے ساتھ بھی پڑھ کرامت کیلئے آسانی فرمادی۔تہجد کی اپنی فضیلت۔تہجد کے ساتھ پڑھنے کی اپنی فضیلت۔لیکن امت کی آسانی کیلئے کبھی کبھی آپ ﷺ نے عشاء کے ساتھ بھی پڑھ کے امت کیلئے کیا فرمادی؟ آسانی فرمادی۔

دین صرف عبادت کا نام نہیں

تو فرماتے ہیں: کتنا احسان امت پر کیا اور کسی قسم کی گراں باری دین میں نہیں ہونے دی اور عبادات کی دشواریوں کو دور کر دیا ہر شعبہ زندگی میں دین کا آسان ہونا کر کے دکھلا دیا تو دھوکہ نہ کھاؤ اور معاملات و معاشرت کو صحیح و صاف کرنے میں لگ جاؤ۔دین کی کسوٹی یہی معاملات ہیں ان کا اثر پڑتا ہے عقیدے پر عبادت پر اخلاق پر اگر یہ سب درست ہیں تو بے غبار ہے تصوف۔ یہ اس لیے فرمایا کہ آج تصوف کو ہم نے بہت ہی مشکل بنا دیا کہ پتہ نہیں کتنے لمبے چوڑے لاکھوں کی تعداد میں وظیفے کرنے پڑیں گے؟ تو سہم کر آدمی کہتا ہے میرے بس کا (نہیں)۔فرما رہے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی وہ زندگی، وہ مبارک زندگی جو امت کیلئے آپ ﷺ نے آسان کر کے پیش فرمادی اس کو سیکھنے کی ضرورت ہے اور وہ صرف عبادات پر منحصر نہیں ہے آج صرف عبادت پر ہم نے منحصر کر لیا۔وہ مبارک زندگی آپ کی ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے زندگی کے ہر شعبے کے اندر آپ ﷺ نے ہمیں ہدایات دی ہیں۔بڑی آسان۔ان کو جاننے کی ضرورت ہے۔اور ان کو عمل میں لانے کی ضرورت ہے معاملات کے اندر بھی، معاشرت کے اندر بھی، اپنے اخلاق کے اندر بھی۔فرماتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہو گئے تو اس کا اثر پڑے گا عقیدے پر بھی، عبادات پر بھی، اخلاق پر بھی۔تو اگر تو اس

پر نظر ہے اور یہ درست ہیں تو پھر تصوف بے غبار ہے۔

حیات المسلمین کو اپنا وظیفہ بنالیں

کوئی صاحب حال اگر کشف وکرامات دکھلائے تو اس پر نہ جایئے گا۔ یہ سب ایک طرف اور سیدھی سادھی نماز ایک طرف۔ نماز کا پلہ وزن دار رہے گا۔ اتباع شریعت سے ہم انقلاب عظیم پیدا کر سکتے ہیں بس اپنے اندر ہم کو اپنا عیب نظر آنے لگے یہی سرمایہ زندگی ہے اب سوال یہ ہے کہ اس کو حاصل کیسے کیا جاوے! تو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور بار بار تا کیداً وہی بات پھر کہہ رہا ہوں کہ کتاب ''حیات مسلمین'' کو وظیفے کے طور پر پڑھ لیجئے اس کا ہر عنوان روح کو حیات بخشتا ہے ایمان کو تقویت دینے کے لئے اس کا ورد جزو اعظم ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا یہ ایک بڑا بھاری کارنامہ ہے ایسی کتابیں کچھ یوں ہی نہیں تصنیف ہوجاتیں جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت وامداد نہ ہو خود حضرت تھانویؒ نے اس کی بابت یہ فرمایا ہے کہ گمان غالب یہی ہے کہ میری مغفرت کا سبب بن جائے گی تو جب کہ اس کتاب سے اُن کی مغفرت ہوجائے گی پھر ہم لوگ کیسے اس سعادت سے محروم رہ سکتے ہیں؟ اس کو پڑھیے اور جو چیز آپ میں نہیں ہے۔ یعنی پڑھنا بھی معلومات کے اضافے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس پر اپنی زندگی کو پرکھا جائے۔ حیات المسلمین جو ہے یعنی ایک مسلمان کی زندگی کیسی ہونی چاہیے یہ حضرتؒ کی ایک چھوٹی سی کتاب ہے میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ حضرتؒ کی چھوٹی سی کتابوں کا ایک مجموعہ اصلاحی نصاب کی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے جس میں حیات المسلمین بھی موجود ہے اور بھی بہت سی چھوٹی کتابیں جو ہیں ان کا مجموعہ ہے اُن میں ایک یہ بھی ہے۔

فرماتے ہیں: اس کو پڑھیے اور جو چیز آپ میں نہیں اس کو کہیں یاداشت کے طور پر لکھتے جائیں اور اس پر نظر ثانی ڈالتے جایئے اور ایک ایک کرکے ان سب کی درستگی میں لگ

جائیے اگر ایمان و اسلام چاہتے ہو تو اس سے بہتر طریقہ اور نہیں معلوم ہو سکتا۔ کہ اس کے ساتھ آپ موازنہ کر کے اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالتے چلے جائیے۔

بس کام شروع کر دیجئے پھر آپ خود دیکھو گے کہ کتنی کوتاہیاں آپ کے اندر ہیں جب تک زندگی ہے کتنی ایسی کوتاہیوں سے سابقہ پڑے گا۔ تکرار مطالعہ سے پھر جذبہ عمل پیدا ہوگا اور پھر ساتھ ہی ساتھ زیادہ درستگی کے لئے دعائیں بھی مانگتے رہا کیجئے دعائیں اپنے سنبھلنے کے لئے سلامتی ایمان و اسلام کے لئے نصرت و اعانت الٰہی کے لئے ساتھ دُعا بھی ہو۔ علم کے بارے میں بہت مستند بات اس کتاب میں کہی گئی ہے پس عمل کر کے دیکھئے انشاء اللہ اعمال میں درستگی محسوس ہوگی دوسری بات جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ بات جبکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ بات فسق و فجور کی ہے کہ ایسے احساس کے بعد تو اس کا دل کیسے ہوگا جی؟

کہ اگر پتہ چل جائے کہ یہ فسق ہے یہ فجور ہے اللہ کی نافرمانی ہے پھر عمل کیسے ہوگا اس پر؟

اللہ والے تعلق مع اللہ پیدا کرتے ہیں

اس کا طریقہ یہی ہے کہ اول تو حساب رکھیے اپنی کوتاہیوں کا۔ صبح سے شام تک جو ہوتی رہتی ہیں پھر اگر کوئی اشکال پیدا ہو تو حل کرا لیا جاوے۔ اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن سے رجوع ہو کر کام چل سکتا ہے ورنہ کف افسوس ملنا ہوگا۔ کہ یگانہ وار ہم آتے جاتے رہے لیکن ان سے رجوع کر کے اپنے اشکال کو حل نہ کرایا۔ دل میں شبہات پیدا ہوئے لیکن کسی جاننے والے سے پوچھا نہیں، حل نہیں کروایا تو زندگی ایسے ہی گزر جائے گی اور پھر افسوس ہوگا۔ بزرگوں کا اور کوئی مقصد نہیں ہے اس دنیا میں سوائے اس کے کہ تعلق مع اللہ پیدا کرائیں۔ تو بزرگوں کے پاس تو جانا ہی اس لئے ہے کہ ہمیں تعلق مع اللہ نصیب ہو جائے۔ آج بزرگوں کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ کہ دنیا کے اٹکے ہوئے کام بن جائیں کوئی وظیفہ مل جائیں جس سے ہمارے دنیا کے فائدے ہو جائیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے سنار کے پاس جا کے

کہیں کہ کھرپا بنادو! کیوں جی؟ سنار کھرپا بنانے کیلئے ہے؟ اللہ والے تو اس لیے ہیں کہ ان کے پاس جانے کی برکت سے، ان کی صحبت میں رہنے کی برکت سے، دلوں کے اندر وہ استعداد پیدا ہوجائے کہ اللہ کی ماننی آسان ہوجائے، اس کی اطاعت آسان ہوجائے، اسکا دھیان فکر رہنے لگے، اس کی نافرمانی سے بچنا آسان ہوجائے یہی کام ہے بزرگوں کا بفرماتے اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

اللہ والوں سے وابستگی ضروری ہے

اس دنیا میں سوائے اس کے کہ تعلق مع اللہ پیدا کرائیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو سب خیالات فاسد ہے اسی لئے اللہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہو **اھدنا الصراط المستقیم** اور صراط مستقیم ملے گا **انعمت علیھم** سے۔ یہ پہلی ہی سورت کے اندر، نماز کی ہر رکعت کے اندر ہم سے کہلوایا جارہا ہے کہ جہاں اللہ سے سوال کروگے۔ **اھدنا الصراط المستقیم** کہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطافرمائیے تو ساتھ ہی بتادیا یہ کہاں سے ملے گی۔ **انعمت علیھم** جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ یہ اللہ والے کا کام ہے۔ تو تعمیل ارشادِ باری سے وابستگی ہم کہ لازم ہے کے ہم اللہ والوں سے کیا ہوجائیں؟ وابستہ ہوجائیں! ساری بندگی یہی ہے یعنی احساسِ کامل ہونا اپنی بے بسی عجز و نیاز کا اور طالب رہنا استعانت الٰہی کا۔ اگر ایسا احساس اس طریقے سے آجاوے اور زندگی میں ڈھل جاوے تو صراطِ مستقیم اور مقام بندگی حاصل ہوجاوے۔ بس دعا مانگتے رہئے اور انعمت علیھم کی صحبت اختیار کیجئے۔ یہ دنیا تو عالم تدبیر ہے، اس عالم امکان میں پھر تدریجاً سنبھلنے کی صورت پیدا ہوگی۔ مقبول بندے اللہ کے ہر دور میں رہتے ہیں۔ جسطرح کے ماہر فن انجینئر، ڈاکٹر وغیرہ معدودے چندہی تو ہوتے ہیں مگر فائدہ بہت سوں کو پہنچاتے ہیں۔ آپ خود انجینئرنگ وطب کی کتاب سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے بغیر سند اعتبار کے، اسی طرح تعلق مع اللہ بھی ایک سند

ہے جو انعام یافتہ لوگوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ احسان ہے جو اللہ تعالیٰ کا، ایسا ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ تمہاری رہبری ورہنمائی کریں گے۔ انکی بہت قدر کرو اسلئے کہ انکو جو مقبول بنایا ہے تو ظرف واستعداد بھی انکو عطا فرمایا ہے کہ جو لوگ تعلق مع اللہ چاہیں انکو یہ راستہ دکھائیں۔ اسی لئے بزرگوں اور شیخ کا دامن پکڑا جاتا ہے کہ طالبین کو منزلِ مقصود تک پہنچائیں۔ آپ پوچھیں گے کہ تعلق مع اللہ کیا ہے؟ جو حاصل کیا جاوے تو **انعمت علیھم** کی پیروی ہی سے یہ عقدہ بھی کھل جائے گا۔ آپ انہیں قدس پائیں گے، انکو تقدس پائیں گے انکو محترم پائیں گے انکو عقائد، معاملات ومعاشرت واخلاق واخلاص کا انکو مجسمہ پائیں گے کہ نہ ان میں افراط ہوگا نہ تفریط۔ بس اللہ واللہ کے رسول ﷺ جو بتلا گئے اسی پر وہ رہیں گے۔ وہ اوامر ونواہی میں شریعت مطہرہ کا حکم بجالاتے ہیں۔ انکے لئے معیارِ کامل بس رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے جو رہبر کامل ہے اور جنہوں نے عالم امکان میں صحیح دین کی روشنی مرحمت فرمائی اور اخلاق درست فرمائے اور یہی تو تصوف ہے، اسکے علاوہ اور جو کچھ ہے وہ دھوکا ہے۔

ہر فن ماہر کی نگرانی میں ہی سیکھا جاسکتا ہے

جس طریقے سے کسی فن کے اندر بھی کوئی مہارت حاصل کرنی ہے تو ہم اس فن کے ماہر کو تلاش کرتے ہیں ماہر کی نگرانی اور تربیت کے بغیر کسی فن میں مہارت حاصل نہیں کی جاسکتی یہ ہم سب اچھی طرح جانتے ہیں ڈاکٹر بننا ہے تو میڈیکل کالج کے اندر ان کی نگرانی کے اندر مہارت حاصل کی جائے گی اپنے گھر پر بیٹھ کر کتابیں پڑھنے سے مہارت حاصل نہیں ہوگی۔ انجینئر بننا ہے تو انجینئرنگ کالج کے اندر، یونیورسٹی کے اندر، ان ماہر انجینئروں کی نگرانی کے اندر ہی انجینئرنگ سیکھی جائے گی اور جتنے شعبے ہیں، جتنے پیشے ہیں، اس کو اچھی طرح ہم جانتے ہیں۔

تصوف کا مقصد بندے کو اطاعت پر ڈالنا ہے

اسی طریقے سے میرے محترم عزیز بزرگو، دوستو یہ شیخ جو ہے یہ جو مرشد جس کو کہا جاتا ہے یا پیر کا لفظ تو آج کل بدنام ہوگیا ان جاہل پیروں کی وجہ سے کہ اس تصوف کو بگاڑ کے رکھ دیا ورنہ حقیقت یہی ہے کہ یہ رہنما، رہبر، استاد ہیں اس فن کے، تربیت حاصل کی انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی اس مبارک زندگی کو عملی طور پر اپنے اندر وہ لائے اور ان کو اس عملی نمونے پر دیکھتے ہوئے ظاہر اور باطن کے اعتبار سے پاکیزگی حاصل کی اسی لئے اخلاق کے مجسمہ بنے، ہیں اور پھر انہوں نے نفس اور شیطان کے مکروں کو سمجھا۔ کیسے یہ راہ مارتا ہے، نفس کیسے گمراہ کرتا ہے، یہ سارے طریقے انہوں نے سیکھے اور سیکھنے کے بعد ان کے مرّبی شیخ نے ان کو اجازت دی، سند دی، اب وہ تربیت کے اندر لگے ہوئے ہیں۔ مقصود انکا صرف اور صرف یہی ہے کہ اللہ کے بندوں کا تعلق اللہ کے ساتھ صحیح ترتیب پر جڑ جائے، اللہ کے بندے بن جائیں اس کی اطاعت پر آجائیں اور کوئی مقصود ان کا نہیں ہے۔

معجزہ، کرامت اور استدراج میں فرق

تو ایسے اللہ والوں کا وجود بہت بڑی نعمت ہے ان کے ساتھ وابستہ ہو کر ہمیں اس طریق کو سیکھنا چاہیے۔ تصوف تو بس یہی ہے اسکے علاوہ اور چیزیں جو بھی ہیں، وہ اضافی ہیں۔ کرامات کا ظہور کبھی ہوتا ہے کبھی نہیں ہوتا کیونکہ کرامت ایک خرقِ عادت چیز ہے۔ اللہ کا ایک عادی نظام جو چل رہا ہے اس کو پھاڑ کر کبھی کبھی اللہ پاک اپنی قدرت کو ظاہر فرما دیتے ہیں یہ ممکن ہے ناممکن نہیں ہے۔ اگر اللہ کے نبیؑ کے ہاتھ پر ایسی چیز جو ظاہر ہوئی تو اس کو معجزہ کہا گیا ہے اور اگر نبیؑ کا اتباع کرنے والا متبع سنت، متبع شریعت، اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی اس کو کرامت کہا گیا ہے لیکن یہ خرقِ عادت کبھی کسی فاسق، فاجر، گناہ گار بلکہ کافر، مشرک سے بھی

ظاہر ہو سکتی ہے اس کو استدراج کہا گیا ہے۔

شریعتِ مطہرہ اصل معیار ہے

اس کا تعلق کمال کے ساتھ نہیں ہے دیکھنا یہ ہے کہ یہ شخص جس سے یہ کرامت یا خرقِ عادت ظاہر ہو رہی ہے، اس کا اپنا مقام شریعتِ مطہرہ کے اندر کیا ہے۔ اگر تو زندگی شریعتِ مطہرہ کے مطابق ہے تو ایک اچھی چیز ہے اللہ نے ایک خاص قدرت کو ظاہر فرمانے کے لیے اس کو منتخب فرمالیا ہے لیکن اگر اس کی زندگی شریعتِ مطاہرہ کے مطابق نہیں ہے، خلاف شریعت وہ چل رہا ہے تو ہمیں فوراً سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ایک بہت بڑی آزمائش ہے ہمارے لیے کہ ہم اس کے معتقد ہو کر اپنے دین کو برباد نہ کرلیں آج زیادہ فساد اسی سے پھیل رہا ہے کہ کوئی ایسے شعبدے نظر آگئے اور اسکو کمال سمجھنے لگے اسکو قرب کا ذریعہ سمجھ لیا اور اسکو جو خرافات اور شریعت کے خلاف حرکات ہیں اسکی بھی ہم نے پیروی شروع کر دی حالانکہ ہمارے لیے معیار کیا ہے؟ شریعتِ مطہرہ، جناب رسول اللہ ﷺ کی وہ مبارک زندگی۔

انعمت علیھم کو تلاش کرو

تو تصوف جو ہے وہ تو اس مبارک زندگی پر لانے کیلئے ہے، ہٹانے کے لیے نہیں ہے۔ یہ ہے سادہ سادہ تصوف۔ یہ صحبت اللہ والوں کی، یہ اکسیر ہے اس سے فائدہ اسی صورت میں ہے جب ہمارے دل میں کوئی خلجان نہ رہے۔ کیا فرما رہے ہیں کہ **اھدنا الصراط المستقیم** کی طلب ہے تو **انعمت علیھم** کو تلاش کرو، وہ کون ہیں؟ جو جناب رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرنے والے ہیں۔ دل کے اندر طبعی رغبت پیدا ہو جائے، ان کو دیکھ کر جی چاہنے لگے، شوق پیدا ہو جائے۔

خرقِ عادت ذاتی فعل نہیں

اور جو چیزیں اسکے علاوہ ہیں۔ وہ میں نے پہلے عرض کر دیں کہ کسی کو کشف ہو رہا

ہے، جیسے کل ایک جگہ جانا ہوا ایک صاحب آئے ہوئے تھے، نوجوان، نام پوچھا تو کہا کاشف، تو میں نے پوچھا کاشف بھی ہیں؟ وہ کہنے لگے کاشف ہی ہوں۔ میں کچھ اور کہنا چاہ رہا تھا میں نے کہا ماشاء اللہ کاشف ہی ہیں لیکن میں پوچھ رہا ہوں کاشف بھی ہیں؟ پھر وہ سمجھے۔ کاشف ایک لفظ ہے اصطلاح ہے ایک، نام بھی رکھ لیا جاتا ہے لیکن یہاں مراد جو ہے تصوف کے اندر، کاشف اسکو کہتے ہیں کہ جس کے سامنے کچھ ایسی غیبی چیزوں کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ یہ عادت کے خلاف خرقِ عادت، اللہ پاک بعضوں کو یہ قوت عطا فرما دیتے ہیں، یہ چیز ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ خرقِ عادت جو افعال ہیں یہ اللہ العزت کے افعال ہیں کسی ولی کا ذاتی فعل نہیں ہے نبیؐ کا معجزہ بھی نبی علیہ السلام کا ذاتی نہیں ہے وہ تو اللہ پاک جب چاہتے ہیں اس کا اظہار فرما دیتے ہیں اسی طریقے سے یہ خرقِ عادت بھی جب اللہ چاہتے ہیں، نہیں چاہتے تو وہ (نہیں ہوتا)۔

خرقِ عادت افعال کوئی کمال نہیں

تو یہ ایک غیر اختیاری چیز ہے کسی کو ہوتا ہے کسی کو نہیں ہوتا۔ کسی کسی کو ہوتا ہے۔ کل پھر بات چلی تو میں نے عرض کیا ان سے اب اسی کو اگر اہمیت دیں کہ کشف بڑی چیز ہے، بہت بڑی چیز ہے، عام لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑی چیز ہے کہ ایک چیز ہمیں نظر نہیں آرہی۔ اس کو نظر آرہی، تو ہم اسکو بڑے کمال کی چیز سمجھنے لگیں گے، حالانکہ کمال کی چیز یہ نہیں ہے۔

دنیا میں ہر چیز کی ضد ہے

اور دوسری بات ساتھ ساتھ عرض کرتا چلوں ابتدائی زمانے سے لیکر اب تک ہر زمانے کے اندر حق اور باطل چلتا رہا اللہ کا نظام عجیب ہے اس دنیا کے اندر ہر چیز کی ضد پیدا کی ہے تو ضد سے پتہ چلتا ہے چیز کا۔ اگر رات نہ ہوتی دن ہی دن ہوتا تو دن کی قدر کبھی نہ ہوتی

کیوں جی ہوتی قدر کوئی؟ بیماری آتی ہے تو صحت کی قدر ہوتی ہے اگر بیماری نہ آئے تو صحت کی کوئی قدر نہیں ہے۔ تو ہر چیز کی اللہ نے کیا کیا ہے، کہ ضد پیدا کی ہے۔ اسی طریقے سے باطل کے ہونے سے حق کی اہمیت کا پتا چلتا ہے یہ ہر زمانے کے اندر رہا۔

حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے

اہل حق نے ہمیشہ حق کو نکھار کے سامنے پیش کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ یہ حق ہے۔ جن طبیعتوں میں سلامتی رکھی ہے تو وہ فوراً پہچان لیتا ہے کہ یہ حق ہے یہ باطل ہے۔ باطل کبھی دندناتا ہے لیکن اللہ کا وعدہ ہے کہ جب حق آجاتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے۔ باطل دندناتا کب ہے؟ جب حق سامنے نہیں ہوتا جی!

باطل تصوف ہر زمانے میں رہا

تو اسی طریقہ سے اس تصوف کے اندر بھی اہل حق اور اہل باطل ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ یہ نہیں ہے کہ آج غلط تصوف چونکہ زیادہ رواج پا چکا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اسی زمانے میں پیدا ہوا؟ نہیں نہیں نہیں ہر زمانے میں رہے ہیں، کہ غلط رسومات کو اور جہالت کی باتوں کو تصوف کا نام دیدیا۔

اہلِ حق نے تصوف کو ہمیشہ نکھار کر پیش کیا

اس زمانے میں جو اہل حق صوفی تھے، مشائخ تھے، انہوں نے نکھار کے پیش کیا۔ بتایا کہ اہم چیز یہ ہے مقاصد یہ ہیں اور یہ غیر ضروری چیزیں ہیں یہ زائد ہے جن میں سے میں نے ابھی کشف کا ذکر کیا ہے، کرامتوں کا ذکر کیا ہے، کسی کسی کو بھی اللہ (عطا فرما دیتے ہیں)۔ لیکن اس کی اہمیت دل کے اندر نہ آئے ہر زمانے میں اللہ والوں نے محنت کی۔

غزوۂ بدر کا واقعہ

سب سے پہلے صحابہؓ کا زمانہ، بدر کے موقع پر اللہ پاک کی غیبی مدد۔ ملائکہ اترے

قرآن نے بھی بتادیا ہے نا؟ لیکن صحابہؓ نے نہیں دیکھے انھوں نے ملائکہ کا نزول نہیں دیکھا۔ ایک واقعہ ہے حضرت عباسؓ اُسوقت کفار کی طرف سے شریک ہوئے مسلمان نہیں ہوئے تھے ایک چھوٹے سے قد کے صحابی ان کو باندھ کر لیے آرہے حضرت عباسؓ کو، ماشاءاللہ، اللہ نے خوب قد وقامت عطا فرما رکھا تھا، چھوٹے سے قد کے صحابیؓ لئے آرہے تھے۔ اور وہ آکے کہہ رہے ہیں، اور عباسؓ کہہ رہے کہ اس نے نہیں پکڑا مجھے، ان کے بس کا ہوں میں؟ وہ تو بڑا کوئی مضبوط سا تھا جس نے پکڑا، اور پھر یہ مجھے باندھ کر لے آئے اور یہ کہہ رہے ہیں میں نے باندھا اور واقعی باندھا۔ آپ اس سے اندازہ لگالیں کہ حضرت عباسؓ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے تو ان کو تو فرشتہ نظر آگیا یعنی کشف ہوگیا اور صحابی رسولؐ ہیں ان کو کشف نہیں ہوا۔ اب سمجھ گئے نا بات۔ یعنی کشف اگر کمال کی چیز ہوتی اور اس کا قرب الٰہی سے تعلق ہوتا تو کافر کو یہ حاصل نہ ہوتا۔

حضرت عمرؓ کا کشف

پھر بعد کے زمانے میں، پھر وہیں کا زمانہ دیکھ لیں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر 700 میل دور تقریباً محاذ کو دیکھ کر، دشمن پہاڑی پر پیچھے سے حملہ کرنے کیلئے عنقریب اترا ہی چاہ رہا تھا آہی رہا تھا اور لشکر اسلامی ان سے غافل تھا آپ نے آواز لگائی یا ساریہؓ امیر لشکر کو آواز دی کہ ساریہؓ پہاڑ کو دیکھو یہ انکشاف ہوا اب کتنی دور یہ خرقِ عادت دیکھیے 700 میل دور منبر پر بیٹھ کر آواز لگا رہے ہیں اور آواز پہنچی اور انھوں نے سنی امیر المومنین کی آواز سنتے فوراً لشکر کو حکم دیا اور اوپر چڑھے تو پتہ چل گیا اور بچ گئے۔ اب یہ ہے کشف!

لیکن جب اللہ چاہ رہے یہ اللہ العزت نے انکو انکشاف فرمادیا اور دیکھ لیا اور نظر آگیا۔ لیکن میں نے پہلے عرض کیا کہ یہ ولی کا اپنا ذاتی فعل نہیں اللہ کا فعل جب اللہ چاہتے ہیں

یہاں اللہ نے چاہا تو ظاہر ہوگیا اور جب اللہ العزت نے نہیں چاہا تو آپ کا قاتل زہر آلود خنجر کے ساتھ صف میں پیچھے کھڑا اور آپ کو پتہ ہی نہیں۔ کیوں جی؟ یہاں کشف نہیں ہوا کیوں کہ اللہ نے اس موقع پر نہیں چاہا کتنے واقعات ہیں۔

حضرت یعقوبؑ اور کشف

اس سے پیچھے چلیں، یوسف کنعان کے کنویں کے اندر پڑے ہوئے مشہور واقعہ ہے ناں؟ بھائیوں نے ڈال دیا کنویں میں۔ اور ان کے والد محترم حضرت یعقوبؑ کو کوئی خبر ہی نہیں اور رو رو کے غم کے اندر اپنی آنکھوں کی بینائی بھی گنوالی۔ کشف نہیں ہوا نا؟ کیوں کہ اللہ نے نہیں چاہا اور جب اللہ نے چاہا تو وہ مصر، وہاں سے آپ کا کُرتا چلا اور فرما رہے مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی۔ اب اللہ نے چاہا انکشاف ہوگیا، نبی ہیں اللہ نے چاہا انکشاف ہوگیا، نہیں چاہا تو نہیں ہوا کسی نے پوچھا ان سے مولانا رومیؒ نے فارسی کے اشعار کے اندر اس کو منظوم کیا اس واقعہ کو کہ ان سے پوچھا کہ اے بڑے میاں، ان بزرگوار سے پوچھا، ہیں، کہ وہ تو اتنی دور سے کرتا چلا تو پتہ چل گیا۔ جب قریب میں کنعان کے کنویں میں پڑا ہوا تھا گھر کے قریب تھا تو اس وقت نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہماری حالت تو بجلی کی طرح ہے۔ برق کوندتی ہے چلی جاتی ہے۔ کبھی تو ہمیں عرش کی خبر ہوتی ہے کبھی پاؤں کے نیچے کا پتہ نہیں ہوتا۔

حق اور باطل کی پہچان ماہر ہی کر سکتا ہے

تو اسلئے عرض کر رہا کہ یہ کشف ہوتا ہے لیکن یہ کبھی کافر کو بھی ہوسکتا ہے۔ یہ فاسق کو بھی ہوسکتا ہے۔ ایک واقعی کشف ہوتا ہے۔ اور ایک کبھی کبھی انسان کا اپنا خیال جو ہے اللہ

نے عجب اسمیں قوت رکھی ہے۔متخیلہ متشکل ہو جاتا ہے آدمی کو اپنا خیال نظر آنے لگ پڑتا ہے۔اور کبھی ابلیس جو یہ ہے نا یہ لعین جو ہے یہ تلبیس کرتا ہے یہ کوئی شکل لے آتا ہے۔اب ان تینوں میں تمیز کرنا یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ واقعی کشف ہے۔یا میرا خیال یہ نظر آرہا ہے مجھے یا یہ شیطان لایا ہے۔یہاں ضرورت ہے رہبر کی یہاں شیخ کی، استاد کی ضرورت ہے، ماہرِ فن کی ضرورت ہے۔وہ بتائے گا۔اگر نگرانی میں ہوگا۔

شریعتِ مطہرہ اصل کسوٹی ہے

تو یہاں ہمیں شریعتِ مطہرہ کی کسوٹی کی ضرورت ہے۔اسی لئے شریعتِ مطہرہ کے مقابلے میں کسی کا کشف کسی کا الہام کسی کا وجدان کسی کا خواب، حجت قرار نہیں دیا۔ شریعت مطہرہ کے مطابق اسکو دیکھا جائیگا۔اگر اس کے مطابق ہے تو اسکو پھر محمود کہا جائیگا۔کہ اچھی چیز ہے۔اسکی تسلی کیلئے اللہ نے اس کو دکھا دیا ہے تاکہ اسکا اطمینان ہو جائے۔لیکن مقصود نہیں۔زندگی بھر کشف نہیں ہوا زندگی بھر کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔لیکن اتباع شریعت ہے، اتباع سنت ہے۔اللہ کے ہاں اسکا بہت اونچا مقام ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا واقعہ

تو عرض یہ کر رہے کہ تصوف اصل یہ ہے۔سادہ سادہ۔ہاں یہ ہو جائے۔ٹھیک ہے نہ ہو تو کوئی ضرر نہیں۔بعض ہوتے ہیں بعض اوقات ہوتے ہی نہیں اسی لئے ان کے عام تذکرے منع فرمائے گئے۔میں عرض کر رہا کہ پہلے اہل حق جتنے گزرے ہیں انہوں نے ان چیزوں کو کبھی اہمیت نہیں دی۔بایزید بسطامیؒ سے کسی نے عرض کیا (کسی بزرگ کی کرامت کا کہا) کہ یہ طی الارض کرتے ہیں۔طی الارض ایک کرامت ہے بزرگوں کی کہ ایک لمحے میں

ابھی یہاں ابھی سینکڑوں میل دور پہنچ گئے۔تو یہ اللہ کسی کو قدرت دے دیتے ہیں(تو اس کی اہمیت نکالنے کے لئے دل سے۔اس کو تصوف قرار نہ دے دے، اس کو مقصود قرار نہ دے دے۔آپ نے اُس وقت اپنے متعلقین کو سمجھانے کے لئے)فرمایا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے شیطان ایک لمحے میں مشرق سے مغرب پھر جاتا ہے اللہ کے ہاں اس کا کیا مقام ہے؟ وہ بھی طی الارض کرلیتا ہے شیطان نہیں کرتا جی؟ اپنے متعلقین کو، ہر وقت سنبھالا کہ یہ کوئی اہم چیز نہیں ہے۔اتنی اس کو اہمیت نہ دو۔اُس لعین ملعون کو یہ حاصل ہے قوت۔کیونکہ نفس لگ جاتا ہے اس طرح کی چیز میں، نئی چیز نظر آتی ہے نا فوراً لگ جاتا ہے۔سنبھالا، پھر کسی نے کسی اور کرامت کا ذکر کیا کہ وہ ہوا میں اڑ رہے تھے فلاں بزرگ فرمایا پرندہ بھی اڑتا ہے انسان تو افضل ہے۔پھر کسی نے کچھ اور کرامتیں ذکر کیں، اخیر میں فرمایا کہ دیکھو یہ کہ اوامر و نواہی میں اس کا کیا حال ہے؟ یعنی شریعت مطہرہ کی پابندی کیا کر رہا ہے کہ نہیں؟ یہ دیکھو۔اصل چیز دیکھنے کی یہ ہے بزرگی کا معیار جو ہے یہ خوارق نہیں ہیں۔یہ خرق عادت کرامتیں نہیں ہیں۔ بزرگی کا معیار اتباع شریعت ہے؟ اوامر کو کر رہا ہے نواہی سے بچ رہا ہے کہ نہیں؟

اطاعت ہی وصل کا ذریعہ ہے

جنید بغدادیؒ کے زمانے میں کسی نے حضرتؒ سے تذکرہ کیا کسی ایسے ہی مدعی کا کہ جو دعویٰ کر رہا ہے کہ جی میں پہنچا ہوا ہوں۔آج بھی یہ کہتے ہیں نا جی کہ بڑا پہنچا ہوا ہے، ایک اصطلاح ہے نا جی؟ یہ نہیں جانتے کہ پہنچا ہوا، مقصود کیا ہے؟ عربی میں کہتے ہیں وصل، یہ پہنچ گیا۔کوئی اڑ کے اللہ تک نہیں پہنچ جاتا۔اللہ کی اطاعت سے اُس کے قریب ہو جاتا ہے اللہ کوئی دور ہے جی؟ کائنات کا کوئی ذرہ اس کی قدرت سے باہر ہے؟ اس کے علم سے باہر ہے؟

توسب اسکے قریب ہیں۔ یہاں جو قرب کہا گیا ہے یا وصل کہا گیا ہے، پہنچنا کہا گیا ہے یعنی اس کی اطاعت سے اس کی رضا کے قریب ہوگیا اور اس کی نافرمانی سے اس کے غضب میں چلا گیا یہ دور ہوگیا۔ تو پہنچا وہ ہے جو اللہ پاک کی محبت سے سرشار ہو کر اس کی اطاعت میں اتنا لگا اتنا لگا کہ اللہ اس سے راضی ہوگیا۔ یہ اللہ تک کیا ہوگیا؟ پہنچ گیا۔ یہ ہے وصل، اس کو پہنچا ہوا کہیں گے کہ یہ پہنچا ہوا ہے۔ یعنی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا اللہ اس سے راضی ہے اور (اللہ کو راضی اس نے اطاعت سے کیا ہے)۔

جہنم میں پہنچا ہوا ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہر زمانے میں چونکہ ایسے جاہل صوفیاء رہے ہیں، وہ اس کو سمجھتے ہیں کہ جو واہی تباہی بکتا ہے اور الٹ پلٹ باتیں کرتا ہے جی بڑا پہنچا ہوا ہے۔ ایسے تذکرہ کیا ہے کہ، ہے خلاف شریعت اور دعویٰ کر رہا ہے پہنچا ہوا ہوں۔ تو حضرتؒ نے فرمایا حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ پہنچا تو ہوا ہے مگر جہنم میں پہنچا ہوا ہے۔ بھلا شریعت کے خلاف چل کر اللہ تک پہنچ سکتا ہے؟

اللہ والے اب بھی موجود ہیں

میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تصوف بے غبار چیز ہے صاف شفاف چیز ہے ہر زمانے میں اہل حق نے اس کا دفاع کیا ہے۔ مدعیوں نے دعوے کیے ہیں اور انہوں نے نکھار کے سامنے رکھا ہے کہ دیکھو، اصل یہ ہے، یہ اہل حق ہر زمانے میں رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک رہیں گے، یہ اللہ والے قیامت تک رہیں گے آج بھی ہیں یہ کہنا کہ نہیں ہیں،

بالکل غلط ہے۔ اللہ کا شکر ہے اس تھوڑی سی عمر میں مختلف جگہ جانا ہوا اللہ نے ہر جگہ اللہ والے دکھائے جو واقعی اخلاص کے ساتھ صرف اس محنت میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگوں کا تعلق اللہ کے ساتھ جڑ جائے اس کے قریب ہو جائیں اس کی اطاعت کے ذریعے سے، ان کا مقصود کچھ اور نہیں ہے۔ اسی کو فرما رہے ہیں کہ ہمارے لئے مفید یہ ہے ان بزرگوں کے ساتھ وابستہ ہو جائیں، تو ان کی صحبت کی تاثیر ہے کہ سینوں سے سینوں میں وہ جذبہ سرائیت کرتا ہے، ہمت بڑھتی ہے، جی چاہنے لگتا ہے اللہ تعالی کی اطاعت اور فرمانبرداری کو جو آج ہمیں گراں ہو رہی ہے۔ ہاں تو اللہ سے مانگیں اللہ ہمیں بھی حقیقت نصیب فرما دے۔

مجالس ذکر کا مقصد

تو میرے بزرگو دوستو یہ ہماری جو مجلس ہوتی ہے ذکر کی یہاں، یا اور جہاں جہاں ہو رہی ہیں، اس سے مقصود بھی یہی ہو کہ ہمارے دل کے اندر وہ قوت آجائے دل کے اندر وہ پاکیزگی آجائے وہ صفائی آجائے وہ شفافت آجائے کہ ہمارا دل ہمیں اللہ کی اطاعت پر شوق اور رغبت سے ابھارے اور اس کی نافرمانی سے روک دے۔

طبیعتوں کا شریعت پر غلبہ ہے

نفس جو ہم پر غالب آگیا ہے یہ اپنے مزوں کا طالب ہے اس کے مزوں میں لگ کر ہم شریعت کو چھوڑ دیتے ہیں جانتے بوجھتے ہوئے۔ عرض یہ کر رہا، کہ ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو ہمیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ دل جانتا ہے کہ یہ شریعت مطہرہ کا تقاضا ہے۔ اللہ العزت کی منشاء ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا نورانی طریقہ ہے پتہ ہے، لیکن اختیار کرنے کی ہمت نہیں ہوتی کیوں؟ کہ نفس کے مزے ٹوٹ رہے۔ طبیعت غالب آگئی بگڑی ہوئی طبیعت

غالب آ گئی۔ عادتیں پختہ ہو چکیں غلط قسم کی، وہ ہم پر غالب آ جاتی ہیں۔ اس کے خلاف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ماحول ایسا بنا ہوا ہے ان فضاؤں کے اندر، ایسی ایسی فضائیں گندی ہو چکی جو مسلط ہو چکی ہیں ان سے مجبور ہو کر غلط پر چل پڑتے ہیں۔

معلوم ہونے کے باوجود نافرمانیاں ہو رہی ہیں

پتہ ہے کہ غلط ہے۔ اچھی طرح پتہ ہے کہ غلط ہے یہ گندی چیز ہے۔ یہ بدنگاہی گندی چیز ہے لیکن مجبور ہو جاتا ہے اندر (نفس) کے تقاضے سے۔ غیبت گندی چیز ہے، حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن میں اس کے تعلق سے کتنے سخت الفاظ فرمائے ہیں۔ ایسے ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ لیکن عادت پک گئی، زبان کو چسکا پڑ گیا، ایسی لت پڑ گئی ہے آج ہماری کوئی مجلس اس سے خالی نہیں ہے۔ پتہ ہے۔ ابھی تو ایک لمبی فہرست وہ ہوگی جو پتہ ہی نہیں۔ جو پتہ ہونا چاہیے یہ معلوم کرنا چاہیے وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن میں تو عرض یہ کر رہا ہوں کہ ہر آدمی پہلے تو وہ فہرست بنائے جو معلوم ہے کہ یہ کرنا چاہئے، اور کر نہیں پا رہا۔ اور جو نہیں کرنا چاہئے کرتا چلا جا رہا۔ ہر آدمی غور کرے گا اسکو صاف پتہ چل جائے گا۔

اللہ کی محبت سے اطاعت آسان ہو جاتی ہے

تو میرے بزرگو دوستو اس مجلس سے اس تعلق سے مقصود یہ ہے کہ وہ جو رکاوٹ ہمارے اپنے اندر کی، باہر کی رکاوٹ نہیں، اندر ہماری اپنی، وہ رکاوٹ دور ہو جائے، جی چاہنے لگے۔ میرے محترم بزرگو، دوستو، اللہ پاک نے دین ہم پر کوئی مصیبت بنا کر مسلط نہیں کیا ہے، کوئی سزا کے طور پر نہیں دیا۔ یہ احکام جو ہمیں دیے ہیں یہ ہم پر کوئی سزا کے طور پر مسلط نہیں کیے۔ یہ تو ابھی اللہ کی محبت دل میں اتری نہیں ہے، اللہ کو پہچانا نہیں ہے۔ اس کی محبت

سے جب سرشار ہوکر جب جی چاہے گا۔ کہ ہم اس کی اطاعت کریں۔ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی ناگواری بھی گوارہ نہیں ہوتی۔ جب محبت دل میں آجائے گی۔ اس کی ناگواری بھی گوارہ نہیں ہوگی۔ آج جن چیزوں کو اختیار کرنا مشکل ہے، جن سنتوں کو اپنانا مشکل ہے، بوجھ ہے، گرانی ہے، پھر ان کا چھوڑنا مشکل ہوجائے گا۔

کام میں لگے رہنے ہی سے مقصد حاصل ہوتا ہے

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تصوف خالص چیز ہے، بے غبار چیز ہے۔ اللہ سے مانگیں اس کی حقیقت سمجھا دیں اور اس مقصود کو سامنے رکھ کر پھر ذکر کے لئے آیا کریں جہاں بھی جائیں اللہ والوں کے پاس جائیں اس کو سامنے رکھ کر تو انشاء اللہ ہمارے دلوں میں وہ قوت آئے گی وہ استعداد آئے گی۔ اور اللہ کے فضل وکرم سے اس محنت میں جو لگے ہوئے ہیں الحمدللہ ان میں تدریجاً آرہی ہے۔ ایک دم کامل نہیں بن جاتا، کسی فن میں مہارت ایک دم نہیں ہوتی ہے۔ تدریجاً ہوتی ہے لیکن اگر ایک دھن لگ جائے اور لگا رہے اسی طریقے سے دھن لگ گئی اور لگے رہے بے شک تھوڑا تھوڑا سا ہی انشاء اللہ آہستہ آہستہ یہ رغبت اندر میں بڑھتی چلی جائے گی۔ دل کی آنکھیں کھلتی جائیں گی۔ دل کے اند اللہ ایک شفافت عطا فرماتے جائیں گے پھر حق حق نظر آنے لگے گا اور حق کا اتباع آسان ہوگا باطل باطل نظر آنے لگے گا اور باطل سے بچنا آسان ہوجائے گا۔

ذکر پر مداومت، اطاعت پر ابھارتی ہے

اب اس کو سامنے رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے ہم ذکر کی مشق کر لیتے ہیں۔ یہ ذکر کا طریقہ جو ہے یہ اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے بڑا آسان طریقہ ہے۔ اور اس کا مستقل حکم

ہے۔لیکن دل کے اندر کے اُس انقلاب کے لئے کثرت سے ذکر کرنے کی ضرورت ہے۔ **فاذکرونی اذکرکم** ۔اللہ فرما رہے ہیں کہ جب تم مجھے یاد کروگے میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔ہم جو اللہ کو یاد کریں گے تو اللہ پاک ہمیں یاد فرماویں گے تو اللہ پاک کی توجہ دلوں میں اترے گی اور دلوں کی اندر نورانیت آئے گی۔دل کے اندر سے ظلمت نکلے گی دل کے اندر قوت آئے گی دل کے اندر ہمت بڑھے گی۔دل کے اندر پاکیزگی آئے گی دل اطاعت کی طرف راغب ہوگا۔اور شیطان کا تسلط ختم ہوجائے گا۔

ذکر سے غفلت شیطان کو مسلط کردیتی ہے

شیطان کب مسلط ہورہا ہے؟ **ومن یعش عن ذکر۔۔۔الخ** فرمایا جارہا ہے کہ جب ذکر سے غفلت ہے تو شیطان مسلط ہوجاتا ہے اور قرین بن جاتا ہے اور ساتھی بن جاتا ہے ہر وقت پاس، وہ ہمارے دل کے اندر انجیکٹ کرتا رہتا ہے انجانے خوف۔انجانے وسوسے جی کبھی چاہنے لگتا ہے ہاں کہ اب تو ہم سنت اپنالیں تو فوراً ایسی اس کی خفت ڈالتا ہے اس طریقے سے کہ، ابھی ٹھہر جا، ابھی تو جوان ہے ابھی بڑی زندگی، ابھی انجوائے کرلے کچھ۔یہ مزے ختم ہوجائیں گے تیرے۔حالانکہ اللہ جانتا ہے اللہ پاک ہمارے کوئی دشمن ہیں؟ مزے ہم سے چھیننا چاہتے ہیں؟ وہ تو مزے ہمیں عطا فرمانا چاہتے ہیں، اُن مزوں کو ہم نے چکھا ہی نہیں!

اصل لذت اطاعت میں ہے

جو مزہ دین پر چلنے میں ہے۔یقین مانیے جو لذت یہ دین دار، ان دنیا کی نعمتوں سے حاصل کررہا۔دنیا دار نہیں حاصل کرسکتا۔ہاں جی! حقیقی لذت سے آشنائی نہیں ہے لیکن یہ

جو ہے نہ یہ قرین جو ہے نہ یہ شیطان جو ہے نا؟ یہ اندر وسوسے ڈالتا ہے۔ ہاں۔تو جب ذکر ہو گا دل کے اندر، تو اللہ کی توجہ ہو گی یہ قرین (شیطان) ہٹ جائے گا۔ تو راستہ کھلا ہے، آسان (ہے)۔تو اللہ سے مانگیں کہ اللہ ہمیں اس سے آزادی عطا فرما دیں۔

ذکرِ خفی مختصر ترین راستہ ہے

تو عرض کر رہا کہ ابھی ذکر کی جو مشق کرنی تو ہمارا ذکر چوں کہ ذکر قلبی ذکر خفی ہے دل میں چپکے چپکے اللہ کو یاد کریں۔شارٹ کٹ راستہ ہے مختصر ترین، سہل ترین راستہ اور اس کا مستقل حکم ہے **وَذکر ربك فی نفسك**۔فرمایا جا رہا ہے اپنے رب کو اپنے جی میں یاد کرو یعنی دل کے اندر عاجزی کے ساتھ ڈرتے ہوئے پکارے بغیر یعنی چپکے چپکے اور صبح بھی یاد کرو اور شام بھی یاد کرو اور غافلین میں سے نہ ہو۔تو دل کو غفلت سے بیدار کرنے کا علاج قرآن ہی بتا رہا ہے۔کہ دل میں چپکے چپکے، کثرت سے اللہ کی یاد بسالو۔**وَذکر اسم ربك** یہاں فرما رہے رب کو اس کے اسم کے ساتھ یاد کرو نام کے ساتھ جو ہے۔تو رب کا نام کیا ہے؟ اللہ ،تو ذکر اسم ذات **فتبارك اسم ربك** فرما رہے ہیں یہ بڑا متبرک اسم ہے۔اسمیں تبرک ہے، اس میں برکت ہے۔ اللہ فرما رہے ہیں وہ برکت کیا ہے کہ دل کا میلان اطاعت کی طرف بڑھے گا دل کا میلان نافرمانی سے رکے گا۔

طریقہءذکر

یہ تصور کا ذکر ہے کچھ کلمات پہلے زبانی کہے جاویں گے آپ بھی دہراویں گے۔ یہ سب استحضار بنانے کے لیے ہے۔معنی کے استحضار سے پڑھیں پھر شجرہ پڑھا جائے گا اس لیے کہ اپنے محسنین کو نہ بھولیں یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں۔ جناب رسول اللہ ؐ کے زمانے سے

ہمارے زمانے تک جنہوں نے اس طریق کو محفوظ رکھا اُس زمانے کے جو حالات تھے اس سے بچایا اور صاف اور شفاف ہم تک پہنچایا آج دیکھو ان کی برکت سے بیٹھے یہ باتیں کر رہے یہ واسطہ بنے درمیان میں، تاکہ ہمارے دل سے دعا نکلے کہ اے اللہ اس کی بہترین جزا ان کو عطا فرما کہ اپنے اپنے زمانوں میں انہوں نے اس کو محفوظ رکھ کر، بچا بچا کہ صاف ہم تک پہنچا دیا۔ پھر ذکر قلبی کی مشق کے لیے یہ تصور کا ذکر ہے، آنکھیں بند کریں دل پر دھیان دیں یہ تصور، تاکہ یکسوئی ہو جائے، کھلی آنکھوں سے کیا جا سکتا ہے، دھیان جم جائے لیکن شروع کے اندر دھیان جمانے کے لیے مشق کے لئے آنکھیں بند کر کے دل کا تصور کریں کہ دل پر لفظ لکھا ہے،

اللّٰہ، خوش نما حروف کے ساتھ اور دل میں ایک روشنی آرہی ہے کیونکہ جب اللہ پاک ہمیں یاد فرماویں گے تو روشنی آئے گی نا؟ اب دل سے اس کو پکاریں یعنی دل سے محبت سے اس کی تکرار کریں اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ اور اللہ سے مانگیں کہ جو اس سے مقصود ہے دل کے اندر پاکیزگی اور دل کے اندر وہ استعداد وہ قوت اللہ ہمیں نصیب فرماویں۔ ابھی ایک ہماری بہن بیعت بھی ہوں گی بیعت تو کیا ہے یہ تو توبہ پر ایک عہد ہے۔ اللہ سے ایک وعدہ ہے کہ گذشتہ زندگی جو گزری وہ تو اپنی مرضی کی گذری اب اللہ کی منشاء کے مطابق (گذرے گی)۔

☆☆☆☆☆☆☆